باقیات اختر

○ قاضی احمد میاں اختر کی وفات کے بعد ، ان کی مطبوعہ کتابوں کا ذخیرہ محترم ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتا کی وساطت سے جو اس وقت سندھ یونیورسٹی میں شعبہ ثقافت اسلامی و تقابل ادیان کے صدر تھے ، شاہ ولی اللہ اکیڈمی (جامع مسجد ، صدر ، حیدرآباد) نے خرید لیا تھا - اس اکیڈمی کے موجودہ ناظم علامہ غلام مصطفےٰ قاسمی ہیں- اکیڈمی کے کتاب خانے میں موجود قاضی احمد میاں کی کتابیں ایک زمانے میں راقم (نجم الاسلام) کے مطالعے میں رہی ہیں- یہ اب اپنی جداگانہ حیثیت کھو چکی ہیں ، اور کتاب خانہ بھی اس حالت میں نہیں ہے جیسا کہ پہلے تھا-

○ قاضی احمد میاں اختر کی چھوڑی ہوئی ان کی اپنی مطبوعات ، مطبوعہ مضامین کے تراشے ، مکتوبات اور متفرق کاغذات --- ان کے صاحب زادے قاضی محمد اختر جوناگڑھی نے ۹ دسمبر ۱۹۷۷ء کو بکمال دانش مندی یہ جملہ باقیات اختر ، فاضل گرامی مشفق خواجہ صاحب (ناظم آباد کراچی) کے سپرد کر دیں ، اس تحریر کے ساتھ کہ " میں اپنے والد مرحوم قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی کے مضامین ، کاغذات اور تصنیف کردہ کتب جناب مشفق خواجہ کی تحویل میں دے رہا ہوں - انھیں اس بات کی اجازت ہے کہ وہ جب مناسب سمجھیں ان تمام چیزوں کو اپنے طور پر کسی مصرف میں لا سکتے ہیں- کے ایم اختر ۹ دسمبر ۱۹۷۷ء -" کراچی میں خواجہ صاحب کی ذات مغتنمات میں ہے - وہ بیش بہا ذخیرہ کتب کے مالک ہیں اور اس پر ماہرانہ دسترس بھی رکھتے ہیں راقم نے مسلسل دو دن ان کے کتاب خانے میں باقیات اختر کے اس اہم ذخیرے کو دیکھا اور عکسی نقلیں حاصل کیں - تہ دل سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے اور اس ذخیرے کے مشمولات کا اجمالی ذکر پیش کیا جاتا ہے:

(الف) مجلد ڈائری : جس میں ناتمام تصنیف توزک اختری سے متعلق مواد ہے-

(ب) ایک ضخیم غیر مجلد بیاض -

(ج) اسی نوعیت کی ایک اور بیاض جو مجلد ہے - اس بیاض سے بکثرت یادداشتیں گوشہ اختر میں یادداشتہای اختر کے تحت شامل ہیں-

(د) چار فائلیں : شامل مشتملات مختلفہ -

(ہ) اختر جوناگڑھی کا لکھا ہوا انگریزی مسودہ بعنوان " دی ٹریجک فیٹ آف دی جوناگڑھ مسلمس " - اس میں سقوط جوناگڑھ کے چشم دید حالات فولس کیپ سائز کے سولہ اوراق پر درج ہیں- یہ اہم دستاویز ابھی تک غیر مطبوعہ ہے-

(و) مطبوعہ تصانیف اختر: ۱- اسلامی کتب خانے عہد عباسیہ میں - ڈاکٹر اولگا پنٹو کی کتاب کا اردو ترجمہ از قاضی احمد میاں اختر شائع کردہ الناظر پریس لکھنؤ ۱۹۳۲ء ۴۰ صفحات ۲- حیات نظامی (گنجوی ۳- طبقات الامم - صاعد اندلسی کی عربی کتاب کا اردو ترجمہ شائع کردہ مطبع معارف اعظم گڑھ ، ۱۹۲۸ء ، ۱۵۰ صفحات - ۴- رزگل - اختر کے ادبی مضامین کا مجموعہ ۵- مترجمات - دو مضامین جو اردو میں ترجمہ کیے گئے - ۶- اسلام کا اثر یورپ پر - ۷- انار کلی بیگم (افسانہ) ۸- لمعات اختر (نظموں کا مجموعہ شائع کردہ الناظر بک ایجنسی لکھنو)-

○ قاضی احمد میاں اختر اپنے ذخیرہ علمی کا صرف ایک تہائی حصہ ہی بچا لانے میں کامیاب ہو سکے تھے - بقیہ دو تہائی پر کیا گزری اور اب وہ کس حال میں ہے؟ کچھ معلوم نہیں-

○ قاضی مرحوم کی زندہ یادگاروں میں سے قاضی محمد اختر جونا گڑھی نے قومی زبان کراچی بابت نومبر ۱۹۸۹ء میں ایک مضمون "اطہر بھائی" (اطہر نفیس) لکھ کر اپنے وجود مسعود کا احساس دلایا ہے - اس مضمون سے معلوم ہوا کہ ان کی تعلیم اسلامیہ کالج کراچی میں ہوئی ہے ، وہ کالج کی ادبی سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہے ہیں- ان کے اساتذہ میں پروفیسر ممتاز حسین تھے اور کراچی کے بعض نامور شعراء سے ان کے روابط رہے ہیں اور جیسا کہ جناب مشفق خواجہ نے بتایا محمد اختر جونا گڑھی خود بھی شاعر ہیں اور یہ کہ وہ کراچی پورٹ ٹرسٹ سے ملازمت کا تعلق رکھتے ہیں- سردست اس سے زیادہ معلومات ان کے بارے میں حاصل نہ ہو سکیں-

دورِ آخر کا ایک غیر مطبوعہ مضمون

(جو سندھ یونیورسٹی کی ملازمت کے دوران تحریر کیا گیا -
مسودہ مسلم ہسٹری ڈپارٹمنٹ کے پیڈ پر ہے)

قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی

خواجہ بزرگ

(سندھ یونیورسٹی کی ملازمت کے دوران تحریر کردہ ایک مضمون)

ہندو پاکستان کے طول و عرض میں ان بزرگان دین کی حکومت اب بھی جاری ہے اور کروڑوں دلوں پر ان کا سکہ رواں ہے جبکہ ان بادشاہوں کے سکے صرف آثار قدیمہ کی اہمیت رکھتے ہیں - عیش و تنعم اور مال و دولت ن فراوانی کے ساتھ ان تاج داروں کی شان و شوکت بھی ختم ہو گئی ، لیکن فقر و فاقہ سے بسر کرنے والے ان سچے مجاہدین اور خادمانِ اسلام کی عظمت اب بھی قائم ہے اور رہتی دنیا تک باقی رہے گی-

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

شمعِ اسلام سے ہند کے ظلمت کدے کو منور کرنے والوں میں حضرت خواجہ اجمیر غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی کا نام نامی اس قدر شہرت پا چکا ہے کہ مسلمان ہند و پاکستان کا بچہ بچہ ان کے نام سے واقف ہے اور ہند کے قدیم ترین اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین میں حضرت خواجہ کا شمار ہوتا ہے - اور انھی کی بدولت ان کے مسکن کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ اجمیر شریف کہلاتا ہے - جہاں ان کے آستانے پر بڑے بڑے سلاطین کے سر جھکتے تھے - اور امراء و اہلِ دُول اس آستانے کی خاک پاک کو سرمۂ چشم سمجھ کر آنکھوں سے لگاتے تھے - آج بھی اس دربارِ دربار کا یہ فیض و اثر جاری ہے - فرمانروا ، امراء ، غرباء، مسکین سب اس درگاہ سے مستفیض ہوتے ہیں - اور ... اولیاء

اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون-

خواجہ بزرگ معین الملۃ والدین قدس اللہ سرہ شہر بجستان میں پیدا ہوئے اگرچہ بعض تذکروں میں دارسنجان اور اصفہان کو آپ کا مولد بتایا گیا ہے ، لیکن معتبر تواریخ مثل تاریخِ فرشتہ اور اکبر نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ولادت سیستان میں ہوئی اور سیستان بجستان کو عرب

جغرافیہ نویس سجزستان لکھتے ہیں جس کی بنا پر آپ کو سجزی بھی کہا جاتاہے ، جو بد قسمتی سے "سنجری" منسوب بہ سنجرستان ، ہو گیا ہے جو محض غلط ہے (حضرت خواجہ بزرگ کے حالات تذکروں میں تفصیل سے مرقوم ہیں لیکن آپ کے حالات و تعلیمات اور کارناموں پر اب تک بہت ہی کم لکھا گیا ہے- یہی حال ہمارے اکثر بزرگانِ دین کا ہے کہ ان کے سوانح اور ان کی دینی خدمات اور ان کی تعلیمات کی بجائے تذکروں اور ملفوظات میں صرف کرشمے اور خوارقِ عادات کو نمایاں کیا گیا ہے - اعجاز اور کرامات فی نفسہ کوئی چیز نہیں ہے ، کہ ان سے صرف وقتی طور پر بعض کرامتیں ظہور میں آتی ہیں - لیکن ان سے افراد اور ملک و ملت کو کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچتا ہے- یہی وجہ ہے کہ حکمائے اسلام نے اور متکلمین نے انبیاء علیہم السلام کے لیے معجزات کو نبوت کے لیے لازمی نہیں مانا - لہذا ان بزرگوں کا بلند اخلاق اور بلند کردار دکھانا ضروری ہے تاکہ لوگ ان کی پیروی کر سکیں - چوں کہ یہ بزرگانِ دین اکثر متبع احکام قرآن و سنت اور اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والے تھے- اس لیے ان کی تمام تعلیمات اور ان کا کردار خدا اور رسول کے احکام کے عین مطابق تھا ، اور اس طرح وہ اپنی تعلیمات سے لوگوں کو ہدایت کرتے اور راہ راست پر لاتے تھے-

حضرت کا سلسلہ نسب چودہ پشتوں سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہا تک پہنچتا ہے- بارہ سال کے تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا - تحصیل علم سمرقند اور بخارا میں کی کلام اللہ حفظ کیا اور علوم ظاہری کی تعلیم دیتے رہے- پھر سمرقند سے عراق پہنچ کر حضرت شیخ عثمان قدس سرہ کی خدمت میں بمقام ہارون حاضر ہوئے اور ان کی بیعت سے مشرف ہوئے- حضرت خواجہ بزرگ ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے بانی ہیں کہ سب سے پہلے اس سلسلے کو یہاں لائے تھے- ان کا شجرہ طریقت شیخ حسن بصری کے واسطے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے- اس سلسلے میں ساتویں پیر طریقت خواجہ ابو اسحاق شامی حسنی گزرے ہیں- جو قصبہ چشت کے رہنے والے تھے اور اسی بنا پر ان کو "سالار چشتیاں" کہا جاتا ہے - اس مقام کی نسبت پورے سلسلے پر عائد کی جاتی ہے- چنانچہ شیخ موصوف کی وجہ سے پورا سلسلہ چشتیہ کہلاتا ہے - اپنے پیر طریقت حضرت شیخ عثمان ہرونی کی خدمت میں بیس سال تک قیام کیا ان کی خدمت بجا لاتے رہے اور مجاہدات و ریاضیات میں مشغول رہے- اسی اثناء میں انھوں نے شیخ موصوف کے ہمراہ دس سال تک مختلف ملکوں کی سیروسیاحت کی - اور کئی بزرگوں اور مشائخ طریقت سے ملاقات کرکے ان سے فیض حاصل کیا- اسی اثنا میں زیارت بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئے اور مدینہ منورہ میں حضور رسالت سے ان کو ہندوستان جانے کی بشارت ملی- حضرت شیخ کو اپنے مرید سے بڑی محبت تھی چنانچہ فرماتے تھے کہ

معین الدین خدا کے محبوب ہیں اور مجھے ان جیسے مرید پر فخر ہے - انھوں نے خواجہ صاحب کو اپنا خلیفہ بنایا اور خرقہ خلافت عطا فرمایا- اس وقت ان کی عمر ۵۲ سال کی تھی اس وقت پیر سے رخصت ہو کر سنجان گئے اور حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے پھر گیلان میں حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کی ملاقات سے مشرف ہوتے اور ان کے ہمراہ بغداد آئے اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی اور ان کے پیر طریقت حضرت شیخ ضیاء الدین سے شرف نیاز حاصل کیا- وہیں حضرت خواجہ اوحدالدین کرمانی سے بھی فیض صحبت حاصل کیا- اور ان سے بھی خرقہ خلافت عطا ہوا- اس طرح کئی مقامات پر تشریف لے گئے- اور اس زمانے کے جو جو نامور حضرات مشائخ تھے ان سے ملاقات کی اور فیض حاصل کیا - اور آخر میں ہندوستان کا قصد کیا - اور جیسا کہ انھوں نے اپنے ملفوظات میں فرمایا کہ میں اس مقام کا سفر کرتا ہوں جو میرا مدفن ہے یعنی اجمیر - اپنے خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح کی میت میں اجمیر پہنچے چنانچہ بقول خواجہ بختیار کے جب حضرت اجمیر پہنچے تو وہاں مسلمان نہ تھے ، شہر ہندوؤں سے بھرا ہوا تھا- آپ کی تشریف آوری کے بعد کثرت سے مسلمان ہوئے- اجمیر پہنچنے کی تاریخ دسویں محرم ۵۶۱ ھ بتائی جاتی ہے -چنانچہ اس وقت سے آخری دم تک اجمیر ہی میں حضرت کا قیام رہا - اس وقت راے پتھورا نامی راجپوت اجمیر پر حکمران تھا - اس کے افسروں نے حضرت خواجہ کو بڑی تکلیف دی اور ہر طرح سے تنگ کیا لیکن خواجہ صاحب کی روحانی قوت اور کرامت سے راجہ کے ملازمین نے اسلام قبول کیا- اس بنا پر راجہ کی طرف سے آپ کو نکل جانے کا حکم ہوا - اس پر آپ نے صرف یہ فرمایا کہ "راجہ پتھورا کو ہم نے زندہ مسلمانوں کے ہاتھ میں دے دیا-" چنانچہ ایک مدت کے بعد سلطان شہاب الدین غوری نے ۵۸۷ھ اور ۵۸۸ ھ میں پے در پے حملے کیے اور آخری حملے میں پتھورا گرفتار ہو کر مارا گیا- شہاب الدین کی فتح سے مسلمانوں کا اقتدار بڑھ گیا اور خواجہ صاحب کی بدولت ہندوستان میں اسلام کی اشاعت ہونے لگی- ڈاکٹر آرنلڈ نے پریچنگ آف اسلام میں لکھا ہے کہ جب خواجہ صاحب دہلی سے اجمیر جا رہے تھے تو راستے میں انھوں نے سات سو ہندوؤں کو مسلمان کیا-

اجمیر کے اثناء قیام میں انھوں نے دو شادیاں کیں- اولاد میں تین صاحبزادے حضرت سید فخرالدین ، حضرت سید ضیاء الدین ابوسعید اور حضرت سید حسام الدین اور ایک صاحبزادی- ۹۷ برس اور بقول بعض ۱۰۰ ، اور ۱۰۴ کی عمر میں ۶ رجب ۶۳۲ ھ کو حضرت کا وصال ہو گیا- خواجہ ان ملفوظات میں ان کی صوفیانہ ہدایات اور روحانی تعلیمات درج ہیں جو اسلامی تعلیم کا نچوڑ اور لب لباب ہیں اور خواجہ کے عقیدت مندوں کے لیے ان کا پڑھنا اور ان سے استفادہ کرنا نہایت

ضروری ہے۔

وفات: خواجہ معین الدینؒ ۶ رجب ۶۳۳ھ کو اجمیر میں اپنی رہائش کے مکان میں مدفون ہوے۔ پہلے خواجہ کی قبر اینٹوں سے بنائی گئی تھی اور اس کے بعد اس پر ایک پتھر کا صندوق اس پر بنایا گیا۔ اور قبر کو بھی اصل حالت پر رکھا گیا اس وجہ سے قبر شریف کی بلندی ہو گئی ہے۔ سب سے پہلے خواجہ حسین ناگوری نے خواجہ کے مقبرے میں عمارت بنوائی اس کے بعد مانڈو کے بعض فرمانرواؤں نے دروازہ اور خانقاہ بنوائی۔ آپ کے ملفوظات کو آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کرکے "دلیل العارفین" نام رکھا۔ آپ کے چند ملفوظات پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ خواجہ عثمان ہرونی کی زبان سے سن کر آپ نے فرمایا کہ جس کسی میں یہ تین عادتیں ہوں یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو دوست رکھتا ہے: اس کی سخاوت دریا کی طرح ہو، شفقت آفتاب کی طرح، اور تواضع زمین کی طرح۔

۲۔ آپ نے فرمایا کہ مرید کو ہر وقت توبہ استغفار کا ورد سونے سے پہلے ہوتا کہ دن کے گناہوں کی کثافت جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اس وقت تک موقوف رہی ہے، ظہور میں نہ آوے۔

۳۔ آپ نے فرمایا کہ گناہ تمھیں اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتا جتنا کہ اپنے بھائی مسلمان کی بے حرمتی اور اس کو ذلیل و خوار کرنا۔

۴۔ آپ نے فرمایا بدبختی کی علامت یہ ہے کہ آدمی گناہ کرے اور یہ امید بھی رکھے کہ وہ مقبول بارگاہ ہو گا۔

۵۔ آپ نے فرمایا۔ توکل کرنے والا درحقیقت وہ آدمی ہے جو دنیا والوں کے ہاتھوں رنج اور تکلیف اٹھانے کے بعد کسی سے شکایت نہ کرے۔

۶۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا میں سب سے بڑا صاحبِ دولت وہ ہے جو زیادہ حیران اور متحیر رہے۔

۷۔ فرمایا کہ عارف کی علامت یہ ہے کہ موت کو پسند کرے، راحت کو ترک کرے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے انس پیدا کرے۔

۸۔ آپ نے رویت کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو اپنے انوار سے زندہ فرمائے گا تو وہی رویت ہے۔

۹۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا قرب عبادت نماز سے حاصل ہوتا ہے کیوں کہ نماز ہی مومن کی معراج ہے۔

صاحب کے ملفوظات سے ان کے معتقدات ، خیالات ، اور اخلاق و عادات وغیرہ کا حال معلوم ہوتا ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت تھی اور اکثر احادیث بیان فرما کر گریہ و زاری کرنے لگتے تھے بہت کم سوتے تھے ، عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے تھے - ایک مرتبہ دن میں اور ایک مرتبہ رات میں قرآن مجید کا ختم کرتے تھے - حلم و عفو جو بزرگوں کا شیوہ ہے ان میں بدرجۂ اتم موجود تھا - خلفاء اور مریدوں سے بہت محبت فرماتے - فیض کا یہ عالم تھا کہ فقرو درویشی کے باوجود باورچی خانے سے تمام غربا اور مساکین کو کھانا تقسیم ہوتا تھا - خود کھانا بہت کم کھاتے اکثر روزہ سے ہوتے تھے - سماع سے ذوق و شوق تھا - اور سماع کی محفل میں ان پر وجد طاری ہوتا تھا - خواجہ صاحب کی کرامات عام طور پر مشہور ہیں - ہندوستان کے مسلمان سلاطین کو ان سے بے حد عقیدت تھی - سلطان شمس الدین ایلتمش ، سلطان محمود خلجی فرمانروائے مالوہ کی درگاہ خواجہ پر حاضری اور اکبر ، جہانگیر ، شاہ جہاں ، دارا شکوہ ، عالمگیر وغیرہ سلاطین مغلیہ کی عقیدت اور بار بار مزار پرانوار پر حاضری مشہور تاریخی واقعات ہیں - ان سلاطین نے درگاہ شریف پر کئی عمارتیں بنوائیں جن کی تفصیل تواریخ میں مذکور ہے - شاہ جہاں کی بیٹی جہاں آرا کو جو عقیدت تھی اس بنا پر اس نے حضرات چشتیہ پر ایک کتاب مونس الارواح کے نام سے لکھی ہے -

خواجہ صاحب سے کئی کتابیں منسوب ہیں لیکن شیخ عبدالحق محدث اور صاحب خیرالمجالس نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کا یہ قول نقل کیا ہے کہ خواجگان چشت میں سے کسی نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی - اس لیے جو کتابیں خواجہ بزرگ کے نام سے پائی جاتی ہیں وہ زیادہ تر ملفوظات ہیں جو ان کے مریدوں نے جمع کیے ہیں - خواجہ صاحب کی تصنیف سے " دیوان معین " بھی بتایا جاتا ہے اور وہ عرصہ ہوا چھپ کر شائع بھی ہو چکا ہے - لیکن خواجہ صاحب نہ شاعر تھے اور نہ کوئی شعر ان سے منقول ہے اور موجودہ تحقیقات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ دیوان اصل میں خواجہ صاحب کا نہیں بلکہ ملا معین ہروی کا ہے جو مشہور شیعہ واعظ عالم اور شاعر تھے اور جن کی ایک رباعی " حقا کہ بنائے لا الہ است حسین " خواجہ صاحب سے منسوب کی جاتی ہے - خواجہ صاحب کے ملفوظات میں شریعت کے تمام ارکان اور جزئیات پر زور دیا گیا ہے خاص کر نماز کی پابندی کی سخت تاکید کی ہے چنانچہ فرمایا کہ نماز دین کا ستون ہے اگر ستون قائم رہے گا تو گھر بھی رہے گا - اور جب وہ گر جائے گا تو گھر بھی گر پڑے گا - صائم الدہر تھے اور کئی بار حج سے مشرف ہو چکے تھے چنانچہ ان کے ملفوظات میں تحریر ہے کہ ہر سال اجمیر سے حج کو تشریف لے جاتے تھے - کلام پاک کا بہت احترام کرتے اور دن میں دو تین قرآن ختم کرتے تھے "

انھوں نے اہل سلوک کی عبادات میں یہ پانچ عبادتیں اضافہ فرمائی ہیں ۱- خدمت والدین ۲- تلاوت قرآن مجید ۳- اہل علم اور مشائخ کی تعلیم ۴- زیارت کعبہ ۵- پیر کی خدمت -